POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 03-04 June 2026, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان
اشاعت کا 87 واں سال

Date of Publication: 02-06-2026 • Price: 5/- • 8-14 June 2026 • Issue: 22 • Vol:85

۸تا۱۴رجون ۲۰۲۶ء • شمارہ:۲۲ • جلد:۸۵

اُردو کے قلیل الاستعمال الفاظ و مرکبات (۲)

(اردو لُغت بورڈ کی لُغت کے تناظر میں)

رؤف پاریکھ

اردولغت بورڈ (کراچی) کی مرتبہ 'اردو لغت (تاریخی اصول پر)' نے بعض ایسے الفاظ و مرکبات بھی درج کیے ہیں جو اردو کی متداول لغات میں نہیں ملتے۔ معنی کی مختلف شقوں اور ان کی اسناد کی فراہمی میں بھی بورڈ نے کمال کر دکھایا ہے لیکن خاصے معنی ایسے ہیں جن کی قدیم ترین سند پیش نہ کی جا سکی یا اسناد کم ہیں۔ اسی طرح بعض الفاظ کا اندراج نہیں ہو سکا اور بعض کا ہوا بھی تو سند کے بغیر۔ یہاں بورڈ کی لغت یا کسی اور پر نکتہ چینی ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ بائیس (۲۲) جلدوں پر مبنی بورڈ کی لغت اس عاجز کے خیال میں اردو کی ضخیم ترین اور عظیم ترین لغت ہے جس کی تالیف و ترتیب میں بورڈ سے باہر کے کئی اہلِ علم کو بھی زحمت دی گئی اور ان کی اور بورڈ کے عملے کی باون (۵۲) برس کی محنتِ شاقہ کے بعد یہ کام جو ۱۹۵۸ء میں شروع ہوا تھا بالآخر ۲۰۱۰ء میں اختتام پذیر ہوا۔ لیکن لغت کا کام کبھی ختم نہیں ہوتا اور اس کے دوسرے ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن کی ترتیب و اشاعت بہت ضروری ہے۔

یہاں پیش کیے گئے بعض الفاظ و مرکبات میں سے بعض ایسے ہیں جو بورڈ کی لغت کے علاوہ اردو کی متداول اور مستند لغات میں بھی درج نہیں ہیں اور اگر ہیں تو ان کی کوئی شق درج نہیں ہے یا معنی کی بعض شقوں کی اسناد مفقود ہیں۔ یہاں نادر الفاظ و تراکیب کے ساتھ ان کے معنی اور سندیں بھی پیش کی جا رہی ہیں۔ ضمنی طور پر بعض الفاظ کا املا بھی زیرِ بحث آیا ہے۔ یہاں سند کے ساتھ مصنف کا نام، کتاب یا مضمون کا عنوان اور صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے، اگر رسالے سے سند لی گئی ہے تو اس کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اسناد کے مآخذ کی نشان دہی سند کے متن کے ساتھ ہی قوسین میں کر دی گئی ہے اور ان کی طباعتی تفصیلات فہرستِ مآخذ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ نثری اسناد سے قبل ستارے کا نشان (☆) دیا گیا ہے البتہ شعری اسناد کی الگ سے نشان دہی کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ اشعار ویسے ہی متن میں نمایاں طور پر لکھے جاتے ہیں۔

اِجازَت چاہنا (الف مکسور، ز مفتوح) (محاورہ)

۱۔ (لفظاً) رضا مانگنا، منظوری چاہنا۔

۲۔ (مجازاً) جانے کا اِذن چاہنا، جانے کی اجازت مانگنا، روانہ ہونے کا ارادہ ظاہر کرنا نیز اٹھ کر جانا، روانہ ہونا۔

فرہنگِ آصفیہ اور امیر اللغات نے 'حکم' اور 'منظوری' جیسے الفاظ سے معنی کی وضاحت کی ہے۔ روانہ ہونا یا رخصت ہونا (جانا کے مفہوم میں) نہیں لکھا۔ البتہ نور اللغات نے 'اجازت' کے اندراج میں معنی کی ایک شق میں 'رخصت چاہنا' لکھا ہے، اگرچہ جانے کا ذکر وضاحتاً نہیں کیا لیکن جو مثالیہ جملہ دیا ہے اس سے جانے یا روانہ ہونے کا مفہوم عیاں ہے، وھوھٰذا: ''اب میں اجازت چاہتا ہوں، پھر حاضر ہوں گا''۔

مہذب اللغات نے 'اجازت چاہنا' کے معنی 'منظوری چاہنا' لکھے ہیں لیکن جو سند دی ہے اس سے روانہ ہونا یا جانے کا اِذن مانگنا جیسے معنی نکلتے ہیں۔ مہذب نے 'اجازت' کے جو تحتی مرکبات درج کیے ہیں ان میں بھی بعض کی اسناد سے روانہ ہونے یا جانے کی منظوری کے معنی نکلتے ہیں (مثلاً 'اجازت طلب' اور 'اجازت مانگنا' کے اندراجات میں)، لیکن مہذب نے 'روانہ ہونا' نہیں لکھا۔

بورڈ نے 'اجازت' کے اندراج کے ساتھ 'افعال' کی سرخی کے تحت جن مرکبات کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں 'اجازت چاہنا' بھی درج ہے، لیکن روانہ ہونے کے مفہوم میں الگ سے درج نہیں کیا۔ 'اجازت چاہنا' درحقیقت مراداً یا کنایۃً جانے کی اجازت چاہنا، کسی جگہ سے روانہ ہونے کی رسمی منظوری لینا یا جانے کا ارادہ کرنا یا اشارہ کرنا کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔ پلیٹس نے 'اجازت دینا' کا ایک مفہوم 'کسی کو جانے کی اجازت دینا' بھی درج کیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ 'اجازت چاہنا' جانے، رخصت ہونے یا روانہ ہونے کے مفہوم میں بھی ہے۔ معنی کی اس شق کا اندراج ہونا چاہیے۔ اسناد بھی موجود ہیں:

اس نے جب چاہنے والوں سے اِطاعت چاہی
ہم نے آداب کہا اور اِجازت چاہی

(احمد فراز، اے عشقِ جنوں پیشہ، ص۱۴۶)

دوسری سند:

☆ یہاں صبر کا پیمانہ لبریز کیا اُبلنے کے قریب پہنچتا جا رہا ہے۔ آخر کار میں نے ہمت کر کے اجازت چاہی۔
(اسلم فرخی، مجموعہ ڈاکٹر اسلم فرخی، ص۹۱)

اِستِفال (الف مکسور، س ساکن، ت مکسور) (اسم، مذکر)

۱۔ (لفظاً) نیچے اترنا، پست ہونا۔

۲۔ (تجوید) زبان کی جڑ کی وہ حالت یا جس میں وہ اوپر نہیں اٹھتی، استعلا کا نقیض۔

عربی کا لفظ ہے اور اس کا مادّہ 'س۔ف۔ل' ہے جس کے لغوی معنی ہیں پست ہونا (اور اسی سے اسفل، سفلہ اور سفلی وغیرہ ہیں)۔ یہ 'علو' کی ضد ہے۔ 'استفال' فرہنگِ آصفیہ، نور اللغات، امیر اللغات، پلیٹس اور مہذب اللغات نے درج نہیں کیا۔ بورڈ نے درج کیا ہے لیکن سند ہی کو تشریح بنا لیا ہے۔ لفظی معنی بھی نہیں دیے۔ اصولاً لفظی معنی دے کر پھر تشریح اور اصطلاحی معنی بھی درج کرنے چاہییں تھے۔ بورڈ کی سند/تشریح کتاب 'علم التجوید' سے لی گئی ہے اور یہ کتاب ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ لہٰذا قدیم دور کی سند درکار ہے اور دورِ حاضر کی بھی، جو حاضر ہیں:

☆ استفال: یہ وہ صفت ہے کہ زبان اوپر کو نہ اٹھے۔ یہ کل اکیس (۲۱) حروف ہیں اور استعلا کی ضد ہیں۔ (سید تجمل حسین مشہدی، تجویدِ مشہدی دلنوازِ مبتدی، ص۲۱)

ایک اور سند، عصرِ حاضر سے، اس میں لفظی معنوں کی سند بھی ہے:

☆ استفال: لفظاً نیچے اترنا۔ تجوید کی اصطلاح کے طور پر یہ استعلا کا نقیض ہے۔ اس سے مراد ہے حروفِ استعلا کے علاوہ باقی حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ کا اوپر نہ اٹھنا۔
(سید محمد عثمان، عربی اصوات کے مخارج اور اردو، قومی زبان، کراچی، مارچ ۲۰۱۸ء، ص۶۹، حاشیہ)

اِسلامانا (الف مکسور، س ساکن) (فعلِ متعدی)

اسلامی بنانا، اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالنا: انگریزی

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

لفظ Islamise کا ترجمہ۔

بورڈ کی لغت میں موجود نہیں ہے۔اس لفظ کا ایک املا 'اسلامیانا' بھی ہے۔'اسلام' کے ساتھ 'انا' یا 'یانا' کا لاحقۂ مصدر لگا کر بنایا گیا یہ لفظ Islamise کا ترجمہ ہے یعنی اسلامی بنانا یا اسلام کے سانچے میں ڈھالنا۔اس کا استعمال خاصے بعد کے دور میں شروع ہوا خاص کر جب پاکستان میں اسلامی اقدار کے فروغ پر زور دیا جانے لگا۔اور شاید اسی لیے یہ اردو لغت بورڈ کی لغت میں موجود نہیں ہے ۔بہر حال پیشِ خدمت ہے، اگرچہ اس کا استعمال بیشتر طنزیہ یا استہزائیہ ہی ہوتا ہے جیسا کہ اس مثال میں ہے:

☆ ویسی دلاویز جیسی اسلامائے جانے سے پہلے کی کہانیوں اور تمثیل کے مکالموں میں ہوتی تھیں۔(حمید نسیم، ناممکن کی جستجو، ص ۴۸۷)

اصلِ بد از خطا خطا نکند (کہاوت)

(پروف ریڈر حضرات! یہاں ''خطا'' کا لفظ دو بار ہے، ازراہِ کرم اصلاح دینے کی کوشش نہ فرمایئے گا)

بری اصلیت خطا نہ کرنے کی خطا نہیں کرتی، بد اصل سے بدی ضرور ہوتی ہے، کمینہ دھوکا ضرور دیتا ہے۔فارسی کا مصرع اردو میں بطور کہاوت مستعمل۔

آصفیہ، امیر، نور، بورڈ نے اس کہاوت کا اندراج نہیں کیا۔ مہذب نے صرف 'اصلِ بد' دیا ہے لیکن اسے 'غیر فصیح' کہا ہے۔'جامع الامثال' (مرتبہ وارث سرہندی) کے علاوہ 'فرہنگِ امثال' (مرتبہ مسعود حسن رضوی ادیب) میں بھی درج ہے اور بقول صاحبِ 'فرہنگِ امثال' اس مصرعے کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ بد اصل آدمی غلطی سے یا بھول کر خطا نہیں کرتا بلکہ جان بوجھ کر خطا کرتا ہے۔ بورڈ کو چاہیے کہ اگلے ایڈیشن میں لفظ 'اصل' کے ذیلی مرکبات میں شامل کرے۔اس کہاوت کی سند منیر شکوہ آبادی (وفات: ۱۸۸۰ء) کے ہاں ہے:

یہ مَثَل ہے اُنھیں کے حق میں سند
اصلِ بد از خطا خطا نکند
(کلیاتِ منیر شکوہ آبادی، ص ۵۹۱)

اِقبالچی (الف مکسور، ق ساکن، ل ساکن) (اسمِ فاعل)

(حقارتاً) علامہ اقبال کے فکر و فن کو ماننے والا، اقبال کا شیدائی۔

یہ لفظ خدا جانے کس کی اختراع ہے لیکن فروغ احمد (وفات: ۱۹۹۴ء) نے سلیم احمد (وفات: ۱۹۸۳ء) پر اپنے ایک مضمون میں اس کو واوین میں استعمال کیا ہے اور غالباً اس سے ان کا مقصد محض 'نقلِ کفر' کا اعلان کرنا ہے۔ممکن ہے کہ وہ یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہوں کہ ان سے قبل کسی اور نے بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے۔سند ملاحظہ ہو:

☆ صرف اسی قسم کے مقام پر سلیم صاحب اقبال سے ذرا آنکھیں چار کر لیتے ہیں۔اور یہ دراصل ان کی اپنی افتادِ طبع کی بات ہے۔ اس میں اقبال سے فیض کو اتنا دخل نہیں۔''اقبالچی'' اس پر زیادہ خوش نہ ہوں۔

(فروغ احمد، 'پورے آدمی کی نئی نظم'، مشمولہ 'رسالہ'، حیدرآباد (سندھ)، شمارہ اول، ستمبر ۱۹۸۵ء، ص ۴۲۵)

اس لفظ کو بھی، ہمارے تمام تر تحفظات کے باوجود، بہر حال اردو لغت کا حصہ ہونا چاہیے۔

اِقبالی (الف مکسور، ق ساکن) (اسمِ فاعل)

(حقارتاً) علامہ اقبال کے فکر و فن کو ماننے والا، اقبال کا پرستار۔

اقبالچی ہی کی طرح کا ایک لفظ 'اقبالی' ہے جو اقبالیات کے ماہرین یا اقبال کے چاہنے والوں کے لیے تراشا گیا ہے۔سند پیش ہے:

☆ جن کی داستان پروفیسر محمد عثمان جیسے ثقہ اقبالی نے ہمیں مزے لے لے کر سنائی ہے۔(سلیم احمد، اقبال ایک شاعر، ص ۱۵۵)

دوسری سند بھی حاضر ہے۔اس میں 'اقبالی' حقارتاً احمد ندیم قاسمی نے فتح محمد ملک کے نام اپنے ایک خط میں ملک صاحب ہی کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے استعمال کیا ہے:

☆ کتاب مکمل ہے۔۔۔ پیشہ ور 'اقبالیوں' میں تو یہ شاید زیادہ مقبول نہ ہو مگر جن لوگوں کو اقبال کے بارے میں حق باتیں سننے کا اشتیاق رہتا ہے، وہ یقیناً سرشار ہوں گے۔(قاسمی کا خط بنام فتح محمد ملک، مشمولہ ندیم شناسی، ص ۳۲۴)

اَلصّلا (الف مفتوح، ل غیر ملفوظی، ص مشدد بفتحہ) (امر)

یہ عربی فقرہ دعوت کے مفہوم میں ہے، پکار یا آواز کے معنوں میں بھی ہے اور بہ آوازِ بلند اعلان کو بھی کہتے ہیں، اردو میں رائج ترکیب صلاے عام میں یہی صَلا ہے۔کسی کو خوش آمدید کہتے وقت بھی الصلا بولتے ہیں۔امر ہے اور جملۂ انشائیہ کی ایک قسم۔

آصفیہ، نور اور مہذب نے 'الصلا' درج نہیں کیا۔بورڈ نے عربی کے حرفِ تخصیص 'ال' کے تحت درج کیا ہے (جلد اول، ص ۱۰۷) اور درست کیا ہے، لیکن صرف ایک سند میر (وفات: ۱۸۱۰ء) کی دی ہے حالاں کہ میر کے بعد حالی (وفات: ۱۹۱۴ء) کے ہاں آیا ہے:

روزگارِ ضعف و سستی ا لصّلا
وقتِ سعی و جاں فشانی الوداع
(کلیاتِ نظمِ حالی (مرتبہ افتخار احمد صدیقی، ج ا، ص ۱۳۰)

اَمروہَہ پَن

(الف مفتوح، م ساکن، واو مجہول، ہ مفتوح، پ مفتوح) (اسم، مذکر)

۱۔ امروہے کی مخصوص اردو کی مقامی خصوصیات، امروہے کی زبان کا مفروضہ کھرا پن۔

۲۔ امروہے والوں کا وطنی تعصب۔

فرہنگِ آصفیہ، امیر اللغات، نور اللغات اور مہذب اللغات میں درج نہیں ہے اور بورڈ نے بھی درج نہیں کیا۔حالاں کہ محمد حسین آزاد (وفات: ۱۹۱۰ء) نے آبِ حیات (۱۸۸۰ء) میں مصحفی کے ذکر میں طنزاً اسے استعمال کیا ہے۔

'امروہہ پن' سے مراد ہے: امروہے کی اردو کا محاورہ اور روزمرہ، امروہے کی اردو کا استعمال جس میں امروہے کی زبان کی مقامی خصوصیات ہوں۔اگرچہ یہ کوئی عیب نہیں اور ہر علاقے کی اردو میں کچھ نہ کچھ فرق پیدا ہو جاتا ہے جو اس کا مقامی رنگ ہوتا ہے بلکہ یہ صرف اردو تک محدود نہیں، ہر زبان کا لہجہ، محاورہ اور روزمرہ زمان و مکان کی تبدیلیوں کے ساتھ بدلتا ہے۔لیکن آزاد غالباً دہلی کے محاورے کا تفوق جتانا چاہتے تھے۔

بہر حال، اس کی اسناد پیش ہیں، مصحفی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

☆ مطلب کو بہت خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہیں مگر کیا کریں کہ وہ امروہہ پن نہیں جاتا''۔(محمد حسین آزاد، آبِ حیات، مرتبہ ابرار عبدالسلام، ص ۲۰۹)

آزاد سے ایک اور سند، زبان کے مفہوم میں، مصحفی ہی کے باب میں ہے اور یہ بھی ہجوِ ملیح ہی معلوم ہوتی ہے:

☆ اب خواہ اسے بڑھاپے کی سستی کہو، خواہ طبیعت کا امروہہ پن کہو، خواہ آئینِ متانت کی پابندی سمجھو۔غرض اپنی وضع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

(محمد حسین آزاد، آبِ حیات، مرتبہ ابرار عبدالسلام، ص ۲۱۲)

مولوی عبدالحق (وفات: ۱۹۶۱ء) نے اہلِ پنجاب کی اردو پر یوپی والوں کے اعتراض اور اہلِ پنجاب کی جوابی کارروائی دونوں کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

☆ کیا یوپی کے اہلِ زبان نے اپنے شاعروں اور ادیبوں پر نکتہ چینی نہیں کی؟۔۔۔ جب میر اور سودا اور غالب تک نہیں بچے تو دوسرا کس منھ سے شکایت کر سکتا ہے؟ آزاد مرحوم بار بار مصحفی کے امروہہ پن پر طعن کرتے ہیں۔

(مولوی عبدالحق، خطباتِ عبدالحق، ص ۴۰)

لیکن 'امروہہ پن' ایک دوسرے معنی میں بھی برتا جاتا ہے اور وہ معنی ہیں: امروہے والوں کا وطنی تعصب جس کے تحت وہ ہر امروہوی کو غیر امروہوی پر ترجیح دیتے ہیں اور (معذرت کے ساتھ) اس ضمن میں کچھ نہیں دیکھتے۔اس کی سند بھی حاضر ہے:

☆ اور جو بھی امروہوی ہے وہ اپنے امروہہ پن میں مگن ہے۔ جواد میاں! کمال ہے، مصحفی کے وقت سے اب تک امروہہ کچھ سے کچھ ہو گیا مگر امروہہ پن جوں کا توں ہے۔(انتظار حسین، آگے سمندر ہے، ص ۳۹)

ظاہر ہے کہ بورڈ کی پہلی جلد کی اشاعت کے وقت انتظار صاحب کی آگے سمندر ہے شائع نہیں ہوئی تھی لیکن آزاد اور مولوی عبدالحق کی اسناد تو موجود تھیں۔ بورڈ کو چاہیے کہ دوسری اشاعت میں اس اندراج اور ان اسناد کو شامل کر لے۔

مآخِذ:

۱۔ احمد، سلیم، اقبال ایک شاعر، لاہور: قوسین، ۱۹۸۷ء (دوسرا ایڈیشن)۔
۲۔ احمد، فروغ، 'پورے آدمی کی نئی نظم'، مشمولہ 'رسالہ'، حیدرآباد (سندھ)، شمارہ اول، ستمبر ۱۹۸۵ء۔
۳۔ آزاد، محمد حسین، آبِ حیات (مرتبہ ابرار عبدالسلام)، ملتان: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۶ء۔
۴۔ حالی، الطاف حسین، کلیاتِ نظمِ حالی (مرتبہ افتخار احمد صدیقی)، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۶۸ء۔
۵۔ حسین، انتظار، آگے سمندر ہے، لاہور: سنگِ میل، ۱۹۹۸ء۔
۶۔ عبدالحق، مولوی، خطباتِ عبدالحق (مرتبہ عبادت بریلوی)، کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۶۴ء، (اشاعتِ اول ۱۹۵۲ء)۔
۷۔ عثمان، سید محمد، عربی اصوات کے مخارج اور اردو، مشمولہ ماہنامہ قومی زبان، کراچی، مارچ ۲۰۱۸ء۔
۸۔ فراز، احمد، اے عشقِ جنوں پیشہ، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء۔
۹۔ فرخی، اسلم، مجموعہ ڈاکٹر اسلم فرخی، لاہور: سنگِ میل، ۲۰۱۶ء۔
۱۰۔ مشہدی، سید تجمل حسین، تجویدِ مشہدی دلنوازِ مبتدی، دہلی: ٹھاکر داس اینڈ سنز، ۱۳۳۸ ہجری (کتاب کا نام تاریخی ہے جس سے ۱۳۳۶ ہجری کا سال برآمد ہوتا ہے۔ یہ سالِ تصنیف ہے، لیکن طباعت کی نوبت دو سال بعد یعنی ۱۳۳۸ ہجری/۲۰-۱۹۱۹ء میں آئی)۔
۱۱۔ منیر شکوہ آبادی، کلیاتِ منیر، لکھنؤ: مطبعِ ثمرِ ہند، ۱۸۷۹ء۔
۱۲۔ ملک، فتح محمد، ندیم شناسی، لاہور: سنگِ میل، ۲۰۱۱ء۔
۱۳۔ نسیم، حمید، ناممکن کی جستجو، کراچی: فضلی سنز، سنہ ندارد (اشاعتِ نو)۔

ریٹائرڈ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی-75270 (پاکستان)
E-mail: drraufparekh@yahoo.com
Mob. No.: 0322 384 2648

ماہرِ لسانیات پروفیسر غازی علم الدین کی علمی خدمات

ڈاکٹر رؤف خیر

پروفیسر غازی علم الدین ہندوپاک میں لسانیات کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ وہ اردو کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، انگریزی سے کماحقہ واقف تھے۔ وہ نہ صرف عربی میں ایم.اے تھے، فارسی میں بھی ایم.اے کیا تھا۔ ایسے اساتذہ سے انگریزی پڑھی جو صرف اور صرف انگریزی بولتے تھے۔ پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں کامیابی کی بنیاد پر لکچرر بن گئے اور پرنسپل کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔

غازی علم الدین کا کمال یہ ہے کہ پاکستان کا ہر قد آور قلم کار غازی صاحب کی علمیت کا قائل رہا ہے اور غازی صاحب ہر قد آور ادیب سے رابطہ استوار رکھتے تھے۔ آپ کی نفاست پسندی اور معیار کا یہ عالم تھا کہ آپ کی کتابیں بہترین کاغذ بلکہ آرٹ پیپر پر پاکستان کے باوقار پبلشر کے زیرِ اہتمام شائع ہوتی تھیں۔ جیسے آپ کی معرکہ آرا بے مثال کتاب 'لسانی مطالعے' مقتدرہ قومی زبان جیسے ادارے کے ذریعے مثال پبلشرز فیصل آباد نے 2012 میں شائع کی۔ اس کے علاوہ مجلّہ 'سیماب' (آرٹ پیپر پر) 2015 میں اہلِ قلم کے مکاتیب بنام غازی علم الدین 2016 میں مشاہیر ادب کے خطوط بنام غازی علم الدین بلحاظ ترتیب زمانی 2019 میں تخلیقی زاویے (ادبی و شخصی مطالعے) 2017 میں اسی مثال پبلشرز فیصل آباد کے زیرِ اہتمام شائع ہوئے۔ ادب کے علاوہ موصوف کو سیاسیات (Political Science) سے بھی دلچسپی تھی، چناں چہ پروفیسر غازی علم الدین کے ایم فل کا مقالہ 'میثاقِ عُمرانی' (فارابی، ابنِ خلدون اور شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریات کا تجزیہ) 2009 میں منظرِ عام پر آیا جس کا دوسرا ایڈیشن مکتبۂ جمال لاہور نے 2012 میں شائع کیا۔ مغربی مفکرین تھامس ہابس، جان لاک اور روسو کے Social Contract پر بھی غازی صاحب نے سیر حاصل گفتگو کی اور ان پر فارابی، ارسطو، ابنِ خلدون اور شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریات کو فوقیت دی۔ غازی علم الدین کی ایک ایک کتاب کا سرسری جائزہ بھی لیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔

میر پور خاص پاکستان میں غازی علم الدین نے پرنسپل کی حیثیت سے ڈگری کالج کی ترقی میں نمایاں خدمات انجام دیں اور اس کا نمائندہ مجلّہ 'سیماب' آرٹ پیپر پر 2015 میں شائع کیا جس میں سارے پاکستان کی قد آور شخصیات کی تخلیقاتِ نظم و نثر شامل کر کے اسے دستاویزی حیثیت بخشی۔

اس کے علاوہ ان کی ضخیم کتابیں اہلِ قلم کے مکاتیب بہ نام غازی علم الدین مطبوعہ 2016 تخلیقی زاویے (ادبی و شخصی مطالعے) مطبوعہ 2017ء اور مشاہیر ادب کے خطوط بنام غازی علم الدین (مرتبہ حفیظ الرحمٰن احسن) مطبوعہ 2019 سے بھی مجھے سرفراز فرمایا۔ ان کی اہم دستاویزی نوعیت کی کتابوں کے علاوہ بھی غازی علم الدین نے مزید کرم فرمایا کہ علامہ اقبال کے فرزندِ ارجمند جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کی معرکہ آرا نایاب خود نوشت 'اپنا گریباں چاک' اور جی سی یونیورسٹی لاہور کا 'تحقیق نامہ 06-2005' بھی مجھے بھجوایا جن کے حوالے سے میں نے بعض ہنگامہ خیز مضامین لکھے جو ہندوپاک کے معیاری رسائل میں شائع بھی ہوئے اور جو میری کتابوں میں بھی شامل ہیں۔ وہ فروری 2014 میں ایک حادثے کا شکار ہوئے تھے پھر الحمدللہ صحت یاب ہو گئے تھے مگر اس کے بعد انھوں نے بری خبر سنائی کہ وہ کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہیں جس کے علاج کے لیے ساڑھے تین تین لاکھ روپے فی عدد کے چار انجکشن جرمنی سے منگوائے گئے ہیں۔ علاج جاری تھا۔ کچھ دن وہ عمران خان کے قائم کردہ شوکت خانم ہسپتال میں بھی زیرِ علاج رہے۔ مگر آخر کار وقتِ موعود آ ہی پہنچا اور وہ آٹھ اپریل 2025 رات دیر گئے مالکِ حقیقی سے جا ملے تھے۔

191 مشاہیر کے مکاتیب کے ساتھ ساتھ خاکسار رؤف خیر کے چند خطوط بھی اس مجموعۂ مکاتیب میں شامل ہیں۔ مشاہیر نے اپنے خطوط میں پروفیسر غازی علم الدین کی ادبی خدمات کی دل کھول کر پذیرائی کی۔ البتہ شمس الرحمٰن فاروقی نے غازی صاحب کے 'لسانی مطالعے' کے بعض مباحث سے اختلاف کیا اور ایک طویل خط لکھا تھا جسے نہایت اعلاظرفی و فراخ دلی سے غازی صاحب نے مکاتیب کے مجموعے میں شامل رکھا تاکہ اہلِ نظر خود ملاحظہ فرمالیں کہ شمس الرحمٰن فاروقی کا موقف کہاں تک حق بجانب ہے جیسے فاروقی کا خیال ہے کہ ''زبان رواجِ عام سے بنتی ہے اور جو کچھ بھی زبان میں رائج ہے وہی درست ہے'' ناچیز کا خیال ہے کہ پروفیسر غازی علم الدین کا جہاد اسی رواج عام کے خلاف ہے جو زبان کو بگاڑنے کے درپے ہے۔ بازاروں کے علاوہ ذمے دار اداروں جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخباروں میں بھی غلط زبان رواج پا رہی ہے، اس کے خلاف احتجاج ضروری ہے تاکہ زبان کی ادبیت اور اس کی اصلیت مجروح نہ ہو۔

اسی سلسلے کا ایک اور اہم مجموعہ، (لسانی مباحث، شخصی مطالعات، علمی و ادبی موضوعات پر مبنی) 'مشاہیرِ ادب کے خطوط بنام غازی علم الدین' (بلحاظِ ترتیب زمانی) رسالہ 'سیارہ' لاہور کے مدیر جناب حفیظ الرحمٰن احسن نے ترتیب دیا، جسے حسبِ معمول مثال پبلشرز فیصل آباد پاکستان نے 2019 میں مثالی اہتمام سے شائع کیا۔ وہ تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کووڈ نا گہانی عذاب کے نازل ہونے سے پہلے یہ گراں قدر مجموعہ ہندوپاک کے قد آور اہلِ علم کے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ اس کا پیش گفتار مرتب محترم حفیظ الرحمٰن احسن نے، پیش لفظ بے نظیر محقق و نقاد محترم حافظ محمود شیرانی کے پوتے اور معنوی جانشین پروفیسر مظہر محمود شیرانی نے، مقدمہ پروفیسر عبدالستار دلوی اور حرفے چند ڈاکٹر رؤف پاریکھ جیسے ماہر زبان و ادب نے لکھا۔ 492 صفحات پر پھیلے ہوئے مشاہیر کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ غازی علم الدین کیسے کیسے قد آوروں میں مقبول ہیں اور اپنی علمی کاوشوں کی داد کیسے کیسے صاحبِ نظر نقادوں سے پاتے ہیں۔ 2003 سے 2018 کے پندرہ سالہ دورانیے میں 81 اربابِ نظر نے غازی علم الدین کی مختلف کتابوں کی تحریری داد دی جو سند کا درجہ رکھتی ہے۔ تاریخی اعتبار سے ترتیب دیا ہوا یہ مجموعۂ مکاتیب تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ ڈاکٹر یونس جاوید، سردار عتیق احمد خان، ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر سعادت سعید، ڈاکٹر رشید امجد، ڈاکٹر اسلم انصاری، ڈاکٹر معین الدین عقیل، بریگیڈیئر حامد سعید اختر، پروفیسر خیال آفاقی، ڈاکٹر غفور شاہ قاسم، ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر، محترمہ یاسمین گل، ڈاکٹر غلام شبیر رانا، ڈاکٹر خورشید رضوی، جناب نسیم سحر، ڈاکٹر ایوب صابر، ڈاکٹر معین الدین جینا بڑے اور محترم ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اور خاکسار کے خطوط اس میں شامل ہیں۔ ہر خط سے ایک دو جملے بھی لیے جائیں تو مضمون کافی طویل ہو جائے گا۔

بے لوث و بے غرض خطوط کے ساتھ ساتھ کچھ لوگوں نے اُن سے مالی مطالبات بھی کیے۔ جیسے شہر پونے کے ایک رسالے کے مدیر اپنے ایک خط مورخہ 20 جون 2016 میں غازی صاحب سے ملتمس ہیں:

> ''میری توشیحات والی کتاب اگر آپ دلی سے شائع کرا دیں تو ایک یادگار کام ہو سکتا ہے۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی والوں سے آپ کے مراسم ہیں۔ 144 صفحات کی کتاب ہو سکتی ہے۔ عید مبارک''۔

اس سے پہلے ایک خط 26 دسمبر 2015 میں وہ غازی صاحب کو لکھتے ہیں:

> ''اگرچہ گزشتہ دنوں (رسالے) کے لیے مالی تعاون ارسال کرنے میں آپ کو ذرا سی دِقت پیش آئی تھی۔ ممکن ہے یہ دقت آئندہ بھی پیش آئے لیکن ادب کا کام ہر حال میں کرنا ہی ہے۔''

امریکہ، کینڈا، لندن وغیرہ مغربی ممالک میں رہنے والے شعرا و شاعرات و افسانہ نگاروں کے گوشے مدیر موصوف اپنے رسالے کے ذریعے نکالتے رہے ہیں۔ مغربی ممالک کے متمول قلم کاروں کے لیے ڈالرس میں ان کی مدد کرنے میں بھلا کیا تامل و تکلف ہو سکتا ہے۔ یوں بھی ماہنامہ 'شاعر' نے اس قسم کے گوشوں کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کی اتباع میں موصوف نے بھی کئی گوشے نکالے جو ان کی آمدنی کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ مدیر موصوف دیگر رسائل کے مدیروں سے بارٹر سسٹم پر معاملات طے کر کے ان کے رسالوں میں اپنے گوشے اور اپنے رسالے میں ان کے گوشے شائع کیے۔ یہ لین دین تو یونیورسٹی کے اساتذہ میں بھی مروّج ہے۔

غازی علم الدین سے اپنی توشیحات کی کتاب انڈیا میں شائع کروانے کے لیے مالی تعاون کا طلب گار ہونا حیرت میں ڈالتا تو ہے مگر ثم عجب یہ کہ بہار کے ایک عاشق ادب کو پروفیسر غازی علم الدین کی شاہکار کتاب 'لسانی مطالعے' اتنی پسند آئی کہ اسے لفظ بہ لفظ اپنے نام سے ہندستان میں 2013 میں چھپوا لیا۔ البتہ کرم یہ کیا کہ کتاب کا نام ذرا سا بدل دیا یعنی 'لسانی لغت' کر دیا اور اسے اردو میں اپنی پہلی پیش کش قرار دیا جب کہ پروفیسر غازی علم الدین کی کتاب مقتدرہ قومی زبان پاکستان جیسے باوقار ادارے سے ایک سال پہلے 2012 میں شائع ہو چکی تھی۔ مذکورہ مقتدرہ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا چاہتا تھا جس کے لیے غازی صاحب نے اس عاشق ادب سے ایک مضمون کی گزارش کی تھی مگر اس عاشق نے ان کے اپنے الفاظ میں:

> ''غازی علم الدین کی کتاب لسانی مطالعے کے بطن سے میں نے لسانی لغت تیار کی تھی جو ستمبر 2013ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی سے شائع ہو کر بے حد مقبول ہوئی۔ اپنی نوعیت کی اس پہلی لغت سے اساتذہ، اہلِ قلم اور طلبہ استفادہ کر رہے ہیں''۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے پروفیسر غازی علم الدین مجھ پر بڑے مہربان تھے۔ دیرینہ روابط کی وجہ سے وہ اپنی ہر کتاب سے مجھے سرفراز فرمایا کرتے تھے۔ مقتدرہ قومی زبان، پطرس بخاری روڈ، اسلام آباد پاکستان کے زیرِ اہتمام 2012 میں شائع ہونے والی کتاب 'لسانی مطالعے' وہ مجھے بھیج چکے تھے جس کا پیش لفظ ...

(بقیہ صفحہ 7 پر)

اردو دُنیا

اردو کو عام لوگوں کی زبان بنایا جانا وقت کی اہم ضرورت

نئی دہلی (31 مئی)۔ اردو کے بزرگ و معروف صحافی مودود صدیقی نے کہا ہے کہ اردو محض پروفیسرز، لکچررز اور اسکالرز تک محدود ہوتی جارہی ہے جب کہ اس کی آبیاری کے لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کو عام لوگوں کے لکھنے اور پڑھنے کی زبان بنایا جانا چاہیے تھا۔ وہ یہاں اپنی زندگی کے 88 برس مکمل ہونے پر 'انقلاب' سے خصوصی گفتگو کررہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے طلوع اور غروب دونوں طرح کا وقت دیکھ لیا، اردو نے مجھے جو کچھ دیا اور جس طرح کے اچھے لوگ دیے، میں اس سے مطمئن ہوں۔ مودود صدیقی نے مزید کہا کہ اگرچہ ملک میں اٹل بہاری واجپئی کی قیادت میں بی جے پی کی حکومت پہلے بھی قائم ہوئی لیکن اس طرح کی تنگ نظری نہیں تھی۔ واجپئی ایک وضع دار انسان تھے۔ ان سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ واجپئی اردو زبان کے مداح بھی تھے، لیکن موجودہ حکومت کی پالیسیوں نے اردو کو حاشیے کی انتہا پر پہنچادیا ہے۔

واضح رہے کہ مودود صدیقی امروہہ سے محض 16 برس کی عمر میں دہلی آئے تھے اور اس کے بعد سے ہی اردو کی خدمت کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا تھا۔ انھوں نے ابتدائی طور پر ایک اخبار کے دفتر میں خدمت گار کے طور پر کام شروع کیا اور اپنی تعلیم بھی جاری رکھی۔ اس طرح وہ اردو صحافت اور اخباری دنیا میں آگئے۔ انھوں نے اردو ادب وصحافت کے بڑے مشاہیر کے ساتھ کام کیا جن میں ناز انصاری اور مہدی نقوی وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے اردو کے بڑے اداروں میں منیجر کے طور پر خدمات بھی انجام دیں۔ مودود صدیقی نے بتایا کہ انھیں دوبار سرکاری نوکری کے مواقع ملے لیکن انھوں نے اس سے انکار کردیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ اردو کی خدمت جاری رکھیں گے۔ بزرگ صحافی نے کہا کہ جس وقت وہ دہلی آئے تھے، اُس وقت اردو ادب اور صحافت کی دنیا میں بے شمار ذہین لوگ تھے جنھوں نے ان کی تربیت کی۔ انھوں نے کہا کہ اردو زبان سے انھیں بہت کچھ ملا جس کے لیے وہ ہمیشہ شکرگزار رہیں گے، لیکن اہلِ اردو سے انھیں کچھ خاص نہیں ملا۔ انھوں نے کہا کہ وہ جب ماضی پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اردو زبان وینٹی لیٹر پر چلی گئی ہے۔ (انقلاب۔دہلی)

اردو صحافت کا داخلہ امتحان صرف اردو رسمِ خط میں لیا جائے گا

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونیکیشن کا ہائی کورٹ میں موقف

نئی دہلی (30 مئی)۔ اردو صحافت کے کورس کے لیے داخلہ امتحان صرف اردو رسمِ خط میں منعقد کرنے کے اپنے فیصلے کا دفاع کرتے ہوئے انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونیکیشن (آئی آئی ایم سی) نے دہلی ہائی کورٹ کو بتایا کہ امتحان کے معیارات اور فارمیٹ کا تعین کرنا انسٹی ٹیوٹ کا تعلیمی حق ہے۔ اسے تاریخی روایات، اشاعتی دنیا کے طریقوں یا دیگر یونیورسٹیوں کے نظام کی بنیاد پر چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔

درخواست گزاروں کی طرف سے داخل کردہ حلف نامے میں آئی آئی ایم سی کی نمائندگی کرنے والے وکیل نے دلیل دی کہ اردو صحافت کے کورس کے لیے داخلہ امتحان اردو رسمِ خط میں منعقد کرنے کا فیصلہ تعلیمی ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کیا گیا تھا۔ وکیل نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ اگر کسی زبان کے تاریخی استعمال یا بعض اداروں کے منفرد انتظامات کو بنیاد بنا کر استعمال کیا جائے تو اس سے تعلیمی اداروں کی خودمختاری متاثر ہوگی۔ یہ معاملہ داخلے کے نظرِثانی شدہ نوٹیفکیشن سے متعلق ہے جس میں آئی آئی ایم سی نے واضح کیا کہ اردو جرنلزم کورس کے لیے داخلہ امتحان صرف اردو رسمِ خط میں لیا جائے گا۔ جھارکھنڈ کی اپاسنا کماری سمیت درخواست دہندگان نے اس فیصلے کو چیلنج کرتے ہوئے دعوا کیا ہے کہ اردو کو طویل عرصے سے اردو اور دیوناگری دونوں رسمِ خط میں پڑھایا جاتا ہے اور اس سے پہلے کے اشتہار میں بھی دونوں رسمِ خط کا ذکر تھا۔ اپنے جواب میں آئی آئی ایم سی نے کہا کہ 27 مئی 2026 کے اشتہار میں دیوناگری رسمِ خط کا ذکر ایک انتظامی غلطی کی وجہ سے تھا، جسے بعد میں درست کردیا گیا۔ انسٹی ٹیوٹ نے کہا کہ ایک نظرِثانی شدہ نوٹیفکیشن جاری کرکے صورتِ حال واضح کی گئی۔ درخواست گزاروں نے عدالت میں استدلال کیا کہ پچھلے داخلے کے نوٹیفکیشن میں اردو رسمِ خط کی ضرورت کا ذکر نہیں کیا گیا تھا اور یہ کہ تبدیلی کو ادارے کی اکیڈمک یا ایگزیکٹو کونسلز سے باقاعدہ منظوری نہیں ملی تھی۔ انھوں نے یہ بھی دلیل دی کہ طلبہ کو ماضی میں مختلف تعلیمی کاموں میں دیوناگری استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

اپنے حلف نامے میں آئی آئی ایم سی نے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی جیسے اداروں کی مثالیں بھی غیر متعلقہ قرار دیں۔ انسٹی ٹیوٹ کے مطابق مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب، مقاصد اور تعلیمی تقاضے مختلف ہوتے ہیں جو انھیں لاجواب بناتے ہیں۔ آئی آئی ایم سی کے وکیل نے دلیل دی کہ آئین کے آٹھویں شیڈول میں اردو زبان کی شمولیت یا قومی تعلیمی پالیسی کی دفعات انسٹی ٹیوٹ کو دیوناگری رسمِ خط میں داخلہ امتحانات منعقد کرنے کا حق نہیں دیتی ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ نے ہائی کورٹ سے درخواست کی ہے کہ وہ درخواست کو خارج کرے، درخواست گزاروں پر قانونی چارہ جوئی کے اخراجات عائد کرے اور امتحانی عمل میں مداخلت کرنے والی کسی بھی عبوری راحت سے انکار کرے۔ (انقلاب۔دہلی)

'واجد علی شاہ کی ادبی اور ثقافتی خدمات' کے انگریزی ترجمے کا اجرا

علی گڑھ (16 مئی)۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ڈاکٹر کوکب قدر سجاد علی مرزا کی اہم اور تاریخی تصنیف 'واجد علی شاہ کی ادبی اور ثقافتی خدمات' کے انگریزی ترجمے کی رسمِ اجرا عمل میں آئی۔ اس علمی و ادبی تقریب میں یونیورسٹی کے اساتذہ، طلبہ، محققین، ادیبوں، دانشوروں اور صحافیوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ تقریب کی صدارت شعبۂ اُردو کی سابق صدر پروفیسر آذرمی دخت صفوی نے کی۔ اپنے صدارتی خطاب میں انھوں نے کہا کہ موجودہ دور میں واجد علی شاہ کی ادبی اور ثقافتی خدمات کے انگریزی ترجمے کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کیوں کہ انگریزوں نے ایک منظّم منصوبے کے تحت نواب واجد علی شاہ کی شخصیت کو مسخ کرنے کی کوشش کی تھی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک غیر معمولی ادیب، باکمال شاعر، موسیقی کے دلدادہ، فنونِ لطیفہ کے سرپرست اور تہذیبی شعور رکھنے والی عظیم شخصیت تھے۔ ڈاکٹر کوکب قدر سجاد علی مرزا کی اس اہم کتاب کا انگریزی ترجمہ ان کی صاحبزادی پروفیسر طلعت فاطمہ نے کیا ہے۔ انھوں نے اپنے خطاب میں اس کتاب کے تحقیقی پس منظر اور اپنے والد کی علمی جدوجہد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ واجد علی شاہ ایک غیر معمولی ادبی شخصیت تھے جنھوں نے صرف 26 برس کی عمر میں ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی 'عشق نامہ' تحریر کی، جب کہ 67 برس کی عمر میں 48150 اشعار پر مشتمل مثنوی 'ثبات القلوب' جیسا عظیم ادبی شاہکار تخلیق کیا۔ سینئر صحافی شکیل حسن شمسی نے اپنے خطاب میں کہا کہ انگریزوں نے واجد علی شاہ کی شخصیت کو بدنام کرنے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کیا۔ انھوں نے انکشاف کیا کہ اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی نے بارہ اخبارات کو صرف اس مقصد کے لیے استعمال کیا تھا کہ واجد علی شاہ کے خلاف منفی فضا قائم کی جاسکے۔

تقریب میں دیگر مقررین نے بھی واجد علی شاہ کی ادبی، ثقافتی اور تاریخی خدمات پر تفصیل سے اظہارِ خیال کیا۔ اس موقعے پر سابق رکنِ اسمبلی ظفر عالم، نزہت فاطمہ، پروفیسر طارق چھتاری، پروفیسر سراج اجملی، صدر شعبۂ اردو پروفیسر قمرالہدیٰ فریدی اور دیگر اہلِ علم نے بھی اپنے خیالات پیش کیے۔ پروگرام کے اختتام پر مترجم پروفیسر طلعت فاطمہ اور مصنف ڈاکٹر کوکب قدر سجاد علی مرزا کو مبارک باد پیش کی گئی اور اس ترجمے کو علمی و ادبی دنیا کے لیے ایک اہم اور قابلِ قدر پیش رفت قرار دیا گیا۔ (انقلاب۔دہلی)

'داراشکوہ اور ہندستان کی مشترکہ قدریں' کے عنوان پر پینل ڈسکشن کا انعقاد

نئی دہلی (پریس ریلیز)۔ انڈیا انٹرنیشنل سنٹر، نئی دہلی میں 23 مئی 2026 کو قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی کے زیرِ اہتمام 'داراشکوہ اور ہندستان کی مشترکہ قدریں' کے عنوان سے ایک پینل ڈسکشن کا انعقاد کیا گیا، جس میں بحیثیت مہمانِ خصوصی شری رام بہادر رائے (صدر، اندرا گاندھی نیشنل سنٹر فار دی آرٹس، نئی دہلی) اور بحیثیت مہمانِ اعزازی پروفیسر ایس. کے. اشتیاق احمد (رجسٹرار مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد) نے شرکت کی، جب کہ پینلسٹ کے طور پر پروفیسر علیم اشرف خان (صدر شعبہ فارسی، فیکلٹی آف آرٹس، دہلی یونیورسٹی دہلی) اور پروفیسر فرحت نسرین (شعبۂ تاریخ وثقافت، جامعہ ملیہ اسلامیہ) شریک ہوئیں۔ ان تمام مہمانوں کا کونسل کی جانب سے شال پوشی کے ذریعے استقبال کیا گیا۔

تعارفی کلمات پیش کرتے ہوئے کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر شمس اقبال نے کہا کہ یہ پینل ڈسکشن ایک اہم شخصیت کے کارناموں پر گفتگو کا موقع ہے۔ انھوں نے کہا کہ داراشکوہ نے ہندستان کی مشترکہ تہذیب، علم و حکمت اور رواداری کا چراغ روشن کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی نابغۂ روزگار شخصیت نے حکومت وسلطنت کے بجائے علم وحکمت اور تعصب کے بجائے محبت کو اختیار کیا۔ ان کے اندر حقیقت کی تلاش کا جذبہ موجود تھا۔ اسی مقصد کے تحت انھوں نے سنسکرت زبان سیکھ کر اپنشد، ویدا اور دیگر ہندستانی علوم وفلسفہ کو عام کیا۔ مجمع البحرین ان کی فکری وسعت اور دو تہذیبی دھاروں کے سنگم کی علامت ہے۔

مہمانِ خصوصی شری رام بہادر رائے نے اس پینل ڈسکشن کو بے حد اہم قرار دیتے ہوئے داراشکوہ سے متعلق کئی کتابوں کا ذکر کیا اور ان کے فکر وفلسفے کو واضح کیا اور کہا کہ موجودہ ہندستانی معاشرے میں داراشکوہ کے فکر وفن کو مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ ان کی کئی ایسی تصانیف ہیں جن کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کیا جانا چاہیے۔ قومی کونسل نے 'سکینۃ الاولیاء' کے اردو ترجمے کی اشاعت کے ذریعے ایک اہم پیش رفت کی ہے۔

مہمانِ اعزازی پروفیسر ایس. کے. اشتیاق احمد نے کہا کہ داراشکوہ ایک وسیع المطالعہ شہزادہ تھا۔ ہندستانی فلسفے کا موازنہ انھوں نے اسلامی فلسفے سے کیا۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی علم وفن اور فکر وفلسفے کی تبلیغ میں گزاری۔ ہمیں داراشکوہ کی تصانیف سے استفادہ کرتے ہوئے ان کی فکر کو سمجھنے اور عام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پینلسٹ پروفیسر علیم اشرف خان اور پروفیسر فرحت نسرین نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ داراشکوہ کو عوامی مقبولیت حاصل تھی۔ وہ دہلی کے عوام میں بہت ہی محبت واحترام کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔

اس موقعے پر قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان سے شائع ہونے والی داراشکوہ کی تصنیف 'سکینۃ الاولیاء' کے اردو ترجمہ کا اجرا بھی عمل میں آیا۔ یہ ترجمہ پروفیسر علیم اشرف خان نے کیا ہے۔ اس پینل کی نظامت ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن (کنوینر، خسرو فاؤنڈیشن، نئی دہلی) نے بحسن وخوبی انجام دی۔ ڈاکٹر مسرت (ریسرچ آفیسر، این سی پی یو ایل) نے کلمات تشکر ادا کیے۔

مختلف ادبی اداروں اور شخصیتوں کی جانب سے ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی کے انتقالِ پُر ملال پر تعزیتی نشستیں

پروفیسر اختر الواسع:

نئی دہلی (16 مئی)۔ معروف دانشور اور ماہرِ تعلیم پروفیسر اختر الواسع نے ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی اردو زبان وادب اور دہلی کی تہذیب کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ ان کی وفات سے اردو دنیا ایک مخلص، شائستہ اور باوقار شخصیت سے محروم ہوگئی ہے۔ اپنے تعزیتی بیان میں پروفیسر اختر الواسع نے کہا کہ ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی دہلی کی ٹکسالی زبان کے بہترین نمائندہ تھے۔ ان کی گفتگو میں فصاحت و بلاغت، شائستگی اور تہذیبی وقار نمایاں ہوتا تھا۔ وہ نہ صرف ایک بہترین استاد تھے بلکہ اردو زبان وادب کے سچے خدمت گزار بھی تھے۔ انھوں نے کہا کہ ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی نے اردو اکادمی دہلی، انجمن ترقی اردو (ہند) اور دیگر علمی وادبی اداروں کے ذریعے اردو زبان کی جو خدمات انجام دیں وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

آل انڈیا اردو اڈیٹرس کانفرنس:

نئی دہلی (16 مئی)۔ آل انڈیا اردو اڈیٹرس کانفرنس نے دہلوی ادب وتہذیب کی نمائندہ شخصیت ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کے لواحقین سے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ اڈیٹرس کانفرنس کے چیئر مین سابق ممبر آف پارلیمنٹ اور 'اخبارِ نو' کے چیف اڈیٹر م. افضل نے ایک بیان میں کہا کہ ڈاکٹر فیروز دہلوی کا انتقال اردو کی روایتی تہذیب کے لیے خسارہ تو ہے ہی، ہم جیسے دہلی والوں کے لیے بھی کسی خسارے سے کم نہیں۔ انھوں نے تازندگی دہلوی ادب، تہذیب اور زبان کی آبیاری کی۔ ان کے انتقال سے ایک خلا پیدا ہوا ہے جس کا جلد پُر ہونا ممکن نہیں۔ کانفرنس کے خازن اور سینئر صحافی مودود صدیقی نے کہا کہ فیروز دہلوی کا انتقال ان کے لیے بہت بڑا ذاتی صدمہ ہے۔ وہ ان کے قریبی دوست تھے۔ انھیں دہلی سے بہت زیادہ محبت تھی۔ یہاں کی زبان وتہذیب کے تحفظ کے لیے انھوں نے اپنی پوری زندگی وقف کردی۔ کالم نگار اور مصنف عظیم اختر نے کہا کہ ڈاکٹر فیروز دہلوی میرے اسکول کے ساتھیوں میں سے رہے ہیں۔ وہ سیلف میڈ قسم کے انسان تھے۔ وہ ہمارے حلقے کے سب سے خداترس، پرہیزگار اور متقی انسان تھے۔ سینئر صحافی سہیل انجم نے کہا کہ ڈاکٹر فیروز دہلوی سے میرا ذاتی تعلق تھا اور میں نے ان کی ہدایت پر صحافت کے مختلف موضوعات پر کام کیا اور کتابیں تصنیف کیں۔ جب ان کو اردو اکادمی دہلی سے باوقار پنڈت دتاتریہ کیفی ایوارڈ ملا تو انھوں نے یہ خطیر رقم غریب اسٹوڈنٹس پر خرچ کی۔ فیروز دہلوی کی بیشتر کتابیں دہلی والوں پر ہیں۔ ان کے علاوہ جلال الدین اسلم، شعیب رضا فاطمی، ابونعمان، رؤف رامش اور شکیل انجم نے بھی اظہارِ تعزیت کیا۔

غالب انسٹی ٹیوٹ:

نئی دہلی۔ ممتاز ادیب، دانشور اور اردو زبان وادب کے مخلص خادم ڈاکٹر فیروز دہلوی کا 15 مئی کو انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال سے اردو دنیا ایک سنجیدہ، باوقار اور علمی شخصیت سے محروم ہوگئی ہے۔ غالب انسٹی ٹیوٹ کے سکریٹری پروفیسر صدیق الرحمان قدوائی نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا ڈاکٹر فیروز دہلوی نے اپنی علمی، ادبی اور تحقیقی خدمات کے ذریعے اردو ادب کو گراں قدر سرمایہ عطا کیا۔ وہ نہ صرف ایک بہترین قلم کار تھے بلکہ نئی نسل کی فکری وادبی رہنمائی میں بھی ان کا کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ان کی شخصیت علم، شائستگی، تحمل اور تہذیبی اقدار کا حسین امتزاج تھی۔ ان کے انتقال سے ہم ایک بہترین شخصیت سے محروم ہوگئے ہیں۔ غالب انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ادریس احمد نے کہا مرحوم کی ادبی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے ان کی کوششیں ناقابلِ فراموش ہیں۔ خدا ان کے درجات بلند کرے۔ آزمائش کی اس گھڑی میں غالب انسٹی ٹیوٹ کے اراکینِ مجلسِ عاملہ، کارکنان اور میں ذاتی طور پر ان کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔

اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن:

نئی دہلی (23 مئی)۔ اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کی جانب سے پروفیسر محمد شاہد حسین کے انتقال پر ایک تعزیتی نشست کا اہتمام دریا گنج میں کیا گیا۔ اس موقعے پر پروفیسر ایمریٹس دہلی یونیورسٹی پروفیسر عبدالحق نے کہا کہ پروفیسر محمد شاہد حسین کا انتقال ہمارے لیے بڑے رنج وغم کے ساتھ ایک ادبی حادثہ ہے۔ ان کی کمی ہمیشہ محسوس کی جائے گی۔ اردو کے ڈرامائی ادب میں انھوں نے ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ابلاغ وترسیل پر قابلِ قدر کتابیں لکھ کر ادبی تنقید وتخلیق کے نئے تقاضوں کی تکمیل کی۔ وہ ایک ہردل عزیز استاد تھے اور حسنِ سلوک میں اپنا امتیاز رکھتے تھے۔ انھوں نے پوری زندگی جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے لیے وقف کردی تھی۔ تعزیت کرنے والوں میں اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کے قومی صدر ڈاکٹر سیّد احمد خاں، دہلی کے صوبائی جنرل سکریٹری ڈاکٹر نجم السحر نجمی، تحسین علی اساروی، کلیم تیاگی مظفرنگری اور محمد عمران قنوجی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اس اہم نشست میں معروف استاد ڈاکٹر فیروز دہلوی اور بچوں کے ماہنامہ 'گل بوٹے' کے مدیر فاروق سیّد کی خدمات کا اعتراف کیا گیا اور ان کے لیے بھی تعزیت کی گئی۔ آخر میں اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کی تعزیتی نشست میں مذکورہ تینوں مرحومین کے لیے دعاے مغفرت کی گئی۔

(انقلاب۔ دہلی)

انجمن ترقی اردو دھنباد کا پروفیسر موصوف احمد کو خراجِ عقیدت

دھنباد (پریس ریلیز)۔ انجمن ترقی اردو (ہند) دھنباد کا ایک اہم اجلاس ڈاکٹر سیف اللہ خالد کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ اجلاس میں دو اہم امور پر فیصلے کیے گئے۔

پروفیسر موصوف احمد کی یاد میں تعزیتی نشست

اجلاس کے آغاز میں پروفیسر موصوف احمد کی اچانک وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ شرکا نے مرحوم کو یاد کرتے ہوئے کہا کہ وہ نہایت مخلص، رحم دل اور خوش اخلاق انسان تھے۔ طلبہ وطالبات کے ساتھ ان کا رویہ مشفقانہ تھا اور وہ معاشی طور پر کمزور بچوں کی مالی معاونت بھی کرتے تھے۔ یونیورسٹی کے اساتذہ سے ان کے گہرے مراسم تھے اور ان کی سادگی و دیانت داری کے سبھی معترف رہے ہیں اور وہ اردو کے فروغ کے لیے کافی سنجیدہ تھے۔

ڈاکٹر سیف اللہ خالد، سید سرور حسین، تنویر احمد، عبدالرحمٰن عبد، ڈاکٹر یونس فردوسی، محفوظ عالم، احمد نثار، آفتاب عالم، محمد سجاد احمد، ڈاکٹر حسن نظامی، نسیم اختر نسیم اور راشد مظہر نے مرحوم کی شخصیت اور خدمات پر گفتگو کی۔ غلام غوث آسوی، ڈاکٹر اقبال حسین، امتیاز بن عزیز اور امتیاز دانش نے ٹیلیفون کے ذریعے خراجِ عقیدت پیش کیا۔

نشست میں ریاستی سطح پر آر ٹی آئی کے ذریعے سرکاری اسکولوں کے تعلق سے اطلاعات فراہم کرنے کے فیصلے پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا کہ اس پر جلد عمل درآمد کیا جائے گا۔

☆☆☆

رفتید ولے نہ از دلِ ما

فاروق سیّد

ممبئی۔ سینئر صحافی اور ماہنامہ 'گل بوٹے' کے مدیر فاروق سیّد کا طویل علالت کے بعد 19 مئی 2026 کو انتقال ہوگیا۔ انھوں نے سانتا کروز کے بینز اسپتال میں آخری سانس لی۔ وہ 57 برس کے تھے۔ ان کی تدفین 20 مئی کو بعد نمازِ ظہر ناریل واڑی قبرستان میں عمل میں آئی۔ مرحوم کے پس ماندگان میں بیوہ، ایک بیٹا عاصم اور بیٹی صائمہ شامل ہیں۔ ان کا آبائی وطن شولاپور تھا۔ فاروق سیّد طویل عرصے تک اخبارات سے منسلک رہے۔ اس کے بعد انھوں نے بچوں کے ادب کو فروغ دینے کی سمت قدم بڑھایا اور ماہنامہ 'گل بوٹے' شروع کیا۔ فاروق سیّد رمضان المبارک میں عمرے کے لیے گئے تھے، وہیں ان کی طبیعت خراب ہوئی اور واپسی کے بعد سے وہ مسلسل علیل رہنے لگے۔ وطن واپسی کے بعد بالاجی اسپتال میں ان کی بائی پاس سرجری بھی کی گئی جو کامیاب تو رہی مگر اس کے بعد سے وہ مستقل طور پر انتہائی نگہداشت والے شعبے میں زیرِ علاج رہے۔ دو ہفتے قبل اسپتال سے وہ دو دن کے لیے گھر آئے تھے مگر طبیعت خراب ہونے پر انھیں پھر اسپتال داخل کرایا گیا۔ طبیعت مزید بگڑنے پر انھیں وینٹی لیٹر پر منتقل کیا گیا مگر وہ روبہ صحت نہ ہوئے اور 19 مئی کو مغرب کے وقت انھوں نے داعیِ اجل کو لبیک کہہ دیا۔ فاروق سیّد اردو کے فروغ کے لیے مسلسل کوشاں رہے۔ وہ انتہائی خلیق، ملنسار، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور ایک دوسرے کی معاونت کرنے والی شخصیت کے حامل تھے۔ ان کے انتقال پر رفقا، شناساؤں، متعلقین اور اردو داں حلقے نے اہلِ خانہ سے تعزیت کی اور مرحوم سے اپنے دیرینہ مراسم کا بھی تذکرہ کیا اور ان کی مغفرت کے لیے دعا کی۔

مستجاب شیلے

امروہہ۔ ممتاز مصور اور ناولوں کے مشہور سرورق ڈیزائنر مستجاب احمد صدیقی المعروف بہ 'مستجاب شیلے' کا انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کی خبر سے ادبی، صحافتی اور فنی حلقوں میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ مستجاب شیلے 26 مئی 2026 کو تقریباً پانچ بجے انتقال کر گئے۔ وہ فنِ مصوری اور سرورق سازی میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے فنی سفر کا آغاز 1966 میں بطورِ ڈرائنگ ٹیچر کیا تھا، بعدازاں انھوں نے بین الاقوامی شہرت یافتہ آرٹسٹ اقبال مہدی کی شاگردی اختیار کی اور خطاطی ومصوری کے رموز سیکھے۔ 1971 میں انھوں نے ناولوں کے سرورق تیار کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور جلد ہی ان کا نام ملک بھر میں مقبول ہوگیا۔ ایک وقت ایسا تھا کہ ریلوے اسٹیشنوں اور کتابوں کی دُکانوں پر ان کے بنائے ہوئے سرورق قارئین کی توجہ کا مرکز بن جاتے تھے۔ انھوں نے اپنے طویل کیریر میں سات ہزار سے زائد کتابوں اور ناولوں کے سرورق تخلیق کیے۔ ہندی جاسوسی ادب کے معروف ادیبوں سریندر موہن پاٹھک، وید پرکاش شرما، رتی موہن اور گلشن نندا کے ناولوں کی مقبولیت میں مستجاب شیلے کے تخلیق کردہ اسکیچز اور پینٹنگز کو نمایاں حیثیت حاصل رہی۔ واٹر کلر اور آئل پینٹنگ میں انھیں غیر معمولی مہارت حاصل تھی، جب کہ ان کے تیار کردہ پورٹریٹ حقیقت کے قریب محسوس ہوتے تھے۔ انھوں نے ایک طویل عرصہ دہلی میں گزارا، جہاں انھیں شہرت اور کامیابی ملی، تاہم اپنے آبائی شہر امروہہ سے محبت کے باعث وہ واپس لوٹ آئے اور آخری وقت تک یہیں فن کی خدمت کرتے رہے۔ مرحوم کا تعلق امروہہ کے بازار بٹوال سے تھا، جب کہ گذشتہ چند برسوں سے وہ بازار شفاعت پوتا میں مقیم تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ دہلی دروازے پر واقع بڑوالی مسجد میں ادا کی گئی جس کے بعد انھیں آبائی قبرستان تلوارشاہ میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ نمازِ جنازہ میں شہر کے معززین، ادیبوں، شاعروں، صحافیوں اور عقیدت مندوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

ادارہ 'ہماری زبان' مرحومین کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتا ہے۔ (ادارہ)

ماہرِ لسانیات پروفیسر علم الدین ...

(بقیہ صفحہ 3 سے آگے)

صدر نشین مقتدرہ قومی زبان ڈاکٹر انور احمد نے لکھا تھا۔ دیباچہ پروفیسر سیف اللہ خالد اور پیش گفتار خود پروفیسر غازی علم الدین نے 14 مارچ 2012 کو لکھا تھا۔ پیش لفظ، دیباچہ اور پیش گفتار دو دو صفحات پر مشتمل ہے۔ آٹھ چونکانے والے ابواب پر مبنی یہ کتاب صفحہ 13 سے صفحہ 179 تک گویا 166 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

مذکورہ 'لسانی مطالعے' عاشق ادب نے صرف نام بدل کر 'لسانی لغت' کے نام سے 2013 میں انڈیا سے چھپوالی البتہ لسانی مطالعے کا آٹھواں باب جو پاکستان کے نشریاتی اداروں کی غلطیوں اور کوتاہیوں کے تذکرے پر مشتمل تھا، نکال دیا کیوں کہ یہ ان کے کام کا نہیں تھا۔

ان کی شامت آئی کہ انھوں نے یہ مسروقہ 'لسانی لغت' مجھے بھیجی جسے دیکھ کر میں حیران ہوگیا کیوں کہ غازی علم الدین کی اصل کتاب 'لسانی مطالعے' میرے پاس موجود تھی۔ میں نے تقابلی جائزہ لے کر اس سرقے کے تعلق سے ایک خط ایوانِ اردو دہلی جولائی 2014 میں چھپوا دیا۔ اس سرقے کی گونج لکھنؤ کے 'گلبن' اور راولپنڈی کے 'چہارسو' تک پھیل گئی۔

عاشقِ ادب نے چہارسو راولپنڈی کے شمارے مئی جون 2017 میں دیدہ دلیری سے اعتراف کیا:

> ''غازی علم الدین صاحب نے مندرجہ بالا مضامین کا کمپوز شدہ مسودہ مجھے پیش لفظ لکھنے کے لیے بھیجا کہ مقتدرہ قومی زبان سے کتاب شائع ہونے والی ہے۔ پڑھتے اور لکھتے وقت مضامین کے بطون سے میں نے ''لسانی لغت'' تیار کی جس کا اعتراف سات صفحے (کذا) کے پیش لفظ میں، میں نے کیا۔ یہاں کے سب سے بڑے پبلشر ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی نے یہ لغت شائع کی جس کی طباعت کا پورا خرچ غازی صاحب نے برداشت کیا''۔

حالاں کہ پروفیسر غازی علم الدین کی کتاب مقتدرہ قومی زبان پاکستان کے زیرِ اہتمام 2012 میں ہی چھپ چکی تھی۔ 'چہارسو' کے اگلے شمارے جولائی اگست 2017 میں پروفیسر غازی علم الدین کا تردیدی بیان شائع ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''1- مجھے تو لسانی لغت کی اشاعت کے اس منصوبے کا علم ہی نہیں تھا بھلا میں کس طرح اس کے مصارف برداشت کرتا۔ ہاں لسانی لغت کی جتنی تعداد میں نے دہلی سے منگوائی اس کی قیمت ادا کی۔ (تاکہ دیکھا جاسکے کہ اسے کس طرح ہندیایا گیا ہے)''۔

(اس سلسلے میں مزید تفصیلات کے لیے اشعر نجمی کے سرقہ وتوارد نمبر مشترکہ شمارہ 'اثبات' ممبئی 18/19 جولائی تا ستمبر و اکتوبر تا دسمبر 2018 میں راقم کا مضمون 'مناظر پسِ مناظر' دیکھا جاسکتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے جہاں تک حقوق اللہ میں بندے سے کوتاہی ہوتی ہے وہ معاف کرسکتا ہے مگر اس نے حقوق العباد معاف کرنے سے خود کو روک رکھا ہے۔ ایک بندے کا حق تلف کر کے اسے اپنے نام کر لینا معاشرے کے ساتھ ادب میں بھی کبھی پسندیدہ شمار نہیں کیا گیا ہے۔ چہ جائیکہ کسی کی شاہ کار کتاب کو اپنے نام سے چھپوالینا۔ پروفیسر غازی علم الدین کی اہم ادبی خدمات کا جائزہ لینا مقصود تھا جس کے ذیل میں یہ ناخوش گوار واقعہ بھی زیرِ بحث آگیا جو اقبالی بیان کی صورت ریکارڈ پر موجود ہے۔

'لسانی مطالعے' کا مختصر سا تعارف پیش ہے تاکہ اُس کی اہمیت کا اندازہ ہوسکے:

عوام وخواص میں مروّج غلط تلفظ اور غلط املا کا غازی صاحب نے بڑی جرأت وجسارت کے ساتھ اپنی شاہ کار کتاب 'لسانی مطالعے' میں جائزہ پیش کیا اور غلط کی جگہ صحیح املا وتلفظ کی نشان دہی کی تاکہ غلط کاروں کی اصلاح ہوجائے۔

پہلے باب میں صوفیہ کی شطحیات پیش کی گئیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہیں جیسے منصور حلاج کا انا الحق کہنا جس کا سیدھا سادا مطلب ہے کہ میں ہی خدا ہوں۔ اس کے باوجود اسے حق وصداقت کا علم بردار سمجھا جاتا ہے۔ بعض قرآنی الفاظ کا غلط استعمال جیسے بسم اللہ ہی غلط کہنا، پول کھولنے کے لیے الم نشرح کرنا، وغیرہ بعض محاورے بھی قرآنی فکر کے خلاف ہیں جیسے جنم جنم کا ساتھی کہنا جس سے آواگون تناسخ کی تائید ہوتی ہے۔ صلواتیں سنانا، گالیاں بکنے کے معنی میں بولنا۔ بھلا دینے کے لیے فاتحہ پڑھنا۔ بھوک لگنے کے لیے آنتوں کا قل ھواللہ پڑھنا اظہارِ نفرت اور بیزاری کے لیے لاحول پڑھ دینا۔

'الفاظ معانی بدلتے ہیں' کے عنوان سے غازی صاحب نے ایک جامع باب باندھا جس میں انھوں نے بتایا کہ کس طرح عربی کے الفاظ کا اردو میں مفہوم کچھ اور ہوجاتا ہے۔ یہ تمام الفاظ اور محاورے حروفِ تہجی میں الف بائی ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں۔ ان کا صحیح تلفظ بھی اعراب کے ذریعے بتایا گیا ہے۔ اپنی لسانی تحقیق کے ثبوت میں غازی صاحب نے مستند لغات کے حوالے دے دیے جیسے جامع اللغات، فیروز اللغات، قاموسِ مترادفات، اور شان الحق حقی کی فرہنگ تلفظ وغیرہ۔ بیشتر الفاظ کے افاعیل بتا دیے گئے ہیں تاکہ صحیح تلفظ ادا ہو اور اس کی معنویت واضح ہو۔

املا میں الفاظ کو ملا کر لکھنے کے بجائے الگ الگ لکھنے پر ایک پورا باب غازی صاحب نے باندھا ہے جیسے انشاءاللہ کو اِن شاءاللہ، رُوبرو کو رو بہ رو، سرخرو کو سرخ رو، تندرست کو تن درست، کسمپرسی کی جگہ کس مپرسی، دانشور کی بجائے دانش ور، انکوانکی اسکواسکی کی جگہ ان کو، ان کی اس کو اس کی صحیح املا ہے۔ الف بائی حروفِ تہجی کے اعتبار سے ایسی ایک لمبی فہرست غازی صاحب نے اور بتایا کہ دی الفاظ ملا کر لکھے جائیں تو پڑھنے والا غلط پڑھ سکتا ہے جیسے کسمپرسی کو لوگ 'کسم پرسی' پڑھتے ہیں۔

ریڈیو اور ٹیلی وژن پر بے شمار الفاظ کے غلط تلفظ کی بھی غازی صاحب نے نشان دہی کر کے صحیح تلفظ بتایا ہے۔ برسوں کی ایسی تحقیقی کتاب 'لسانی مطالعے' کا کمپوزشدہ (Composed) مسودہ ملتے ہی بہار کے عاشق ادب کو تو گویا بنا بنایا نوالہ مل گیا انھوں نے بددیانتی اور بدنیتی سے راتوں رات اسے ہضم کرنے کی کوشش کی مگر یہ ممکن نہ ہوسکا اور غازی صاحب کی اس کتاب کے 'بطون' سے اپنی Surrogate کتاب پیدا کرنے کی کوشش کی جو بار آور ثابت نہ ہوسکی۔

غازی علم الدین کی اس شاہ کار کتاب 'لسانی مطالعے' کو بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ نے ایک نوٹیفکیشن کے تحت پی ایچ. ڈی کے نصاب میں شامل کیا ہے۔

پروفیسر غازی علم الدین کی ایک اور اہم علمی ادبی کاوش 'تخلیقی زوایۓ' کے نام سے 2017ء میں مثال پبلشرز فیصل آباد کے زیرِ اہتمام منظرِ عام پر آئی جس کا انتساب انھوں نے اپنے بڑے بھائی کے نام اس طرح کیا ہے:

> ''نامور اہلِ قلم برادرِ محترم محمد صادق قصوری کے نام جن کی شخصیت میرے لیے رول ماڈل ہے''۔

276 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں نہ صرف بعض شخصیات کے فکروفن پر غازی صاحب کے طویل جامع مضامین شامل ہیں بلکہ بعض شاعروں ادیبوں کی کتابوں پر بھرپور تبصرے بھی ہیں جو غازی علم الدین کی دقتِ نظر کے غماز ہیں۔

ڈاکٹر سیف اللہ خالد جیسے بے باک قلم کار کے تعلق سے 'عجب چیز ہے لذتِ آشنائی' کے عنوان سے بیس صفحات کا مضمون ہے جو سیف اللہ کے کاٹ دار فکروفن کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے۔ ان کی کتابیں 'شہاب بے نقاب' اور شعری مجموعے 'ریشم جیسے خواب' اور 'کبھی تو چاند نکلے گا' کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔

بزرگ شاعر حضرت خیال آفاقی کے فکروفن کا ایسا جامع جائزہ غازی صاحب کے علاوہ شاید ہی کسی نے لیا ہوگا۔ ان کا ایک ضرب المثل مطلع ہے:

مجھے قلم، فرہاد کو تیشہ، مجنوں کو کشکول دیا
عشق نے دل والوں کو جو بھی کام دیا انمول دیا

ماخذ:

1- 'لسانی مطالعے' مقتدرہ قومی زبان، مثال پبلشرز فیصل آباد، اشاعت 2012۔
2- مجلّہ سیماب (آرٹ پیپر پر) 2015 میں اہلِ قلم کے مکاتیب بنام غازی علم الدین، اشاعت 2016، مثال پبلشرز فیصل آباد۔
3- مشاہیر ادب کے خطوط بنام غازی علم الدین بہ لحاظِ ترتیبِ زمانی اشاعت 2019، مثال پبلشرز فیصل آباد۔
4- تخلیقی زاویے (ادبی وشخصی مطالعے) 2017، مثال پبلشرز فیصل آباد۔
5- غازی علم الدین کے ایم فل کا مقالہ 'میثاقِ عُمرانی' (فارابی، ابنِ خلدون اور شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریات کا تجزیہ) اشاعت 2009، مکتبہٗ جمال، لاہور۔
6- سرقہ وتوارد نمبر 'اثبات' کتابی سلسلہ 19-18، مدیر اشعر نجمی، اشاعت جولائی تا دسمبر 2018، میرا روڈ تھانے، مہاراشٹر 401107۔

Moti Mahal, Golconda, Hyderabad 500008.
Cell: 9440945645
email: raoofkhair@gmail.com

نگارشاتِ سحر

مضامینِ پروفیسر سحر انصاری

تدوین وحواشی: محمد صابر

- پروفیسر سحر انصاری برّصغیرِ ہندوپاک کی ان نابغۂ روزگار شخصیتوں میں سے ہیں جن کے علم کی روشنی نے تقریباً نصف صدی کے عہد کو روشن ومنور رکھا ہے اور ان کے علم وفن کا نہ صرف ایک زمانہ معترف ہے بلکہ اس سے فیضیاب ہونے والوں کی تعداد میں روزافزوں اضافہ ہی ہورہا ہے، لیکن ابھی بھی علم وفن کے متوالوں کا ایک حلقہ ایسا ہے جہاں اس مینارۂ ادب کی روشنی ابھی تک نہیں پہنچ سکی ہے۔
- انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی ایسی ہی شخصیتوں کی نادر تحریروں کو اردو ادب کے عام قاری تک اپنے نفیس اور پُرکشش انداز میں پہنچانے کے لیے ہمیشہ سرگرم رہی ہے۔ اس سلسلے کو نہایت منظّم انداز میں آگے بڑھاتے ہوئے پروفیسر سحر انصاری کی نادرِ روزگار ادبی نگارشات کو شائع کرنے کی جانب عملی قدم اٹھایا گیا ہے۔ اس کتاب کو محمد صابر نے تدوین وحواشی کے ساتھ مرتّب کر کے قارئینِ کرام کے لیے مزید جامع اور کارآمد بنا دیا ہے۔
- بلاشبہ یہ کتاب پروفیسر سحر انصاری کی نادر، بیش بہا اور انتہائی عالمانہ تحریروں کا ایسا مجموعہ ہے جو شائقینِ ادب کے لیے ایک گراں مایہ تحفہ ثابت ہوگی۔

ضخامت: 208 صفحات —— قیمت: 250 روپے

سیّد شاہ خسرو حسینی: شہبازِ دین و دانش (بقیہ صفحہ 8 سے آگے)

ڈاکٹر سیّد شاہ خسرو حسینی علیہ الرحمہ کی نعت گوئی، فن نعت میں اپنا ایک الگ اور معتبر و مسعود مقام رکھتی ہے جس کی خوشبو دیر اور دور تک مشامِ جاں کو معطر کرتی رہے گی۔

ڈاکٹر سیّد شاہ خسرو حسینی کی تحریروں میں صدق مقال اور سحر حلال کا امتزاج ایسی نا قابلِ تردید حقیقت ہے جو اساطین دین و دانش سے بھی اپنا لوہا منوا لیتی ہے۔ فکرِ سلیم کا نور، ادب کی چاشنی، صداقت و استدلال آپ کی تحریروں کا امتیازی وصف ہیں۔ مذہب، اصلاح، ادب، تعلیم ایسا کون سا شعبہ ہے جسے آپ نے اپنی خدمات کے زریں نقوش سے مزین نہیں کیا۔ انگریزی زبان میں آپ کی دو قابلِ قدر تصانیف یادگار ہیں۔

- * Syed Muhammad Al Hussaini Gesudiraz on Sufism (1983)
- * ife, works & Teachings of Khwaja Bandanawaz Gesudaraz (1986)*

یہ کتابیں حسنِ زبان و بیان اور تاثیر و دل کشی کی عمدہ مثال ہیں۔ ایک ایک لفظ اہلِ دل، اہلِ نظر کی بصیرت کو اور زیادہ ثروت مند بناتا ہے۔ آپ کی یہ گراں مایہ تصانیف، اہلِ علم کے حلقے میں سرمۂ نظر کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسلوبِ سخن کے یہ تمام محاسن یقیناً آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور اوصافِ حکیمانہ کا پرتو ہیں۔ آقائے اُمّی لقبیؐ کے عشق نے آپ کے شعر و سخن کو وہ معیار بخشا ہے کہ اہلِ دل کے حق میں نور آگہی اور حیرت و مسرت کا خزینہ ہے۔

حضرت خواجہ بندہ نواز علیہ الرحمہ کی معروفِ زمانہ تصنیف 'الملتقط' کی بے حد دیدہ زیب شایان شان اشاعت حضرت خسرو حسینی علیہ الرحمہ کی یادگار زمانہ علمی خدمت ہے۔ تقریباً چھ سو برس قدیم اس علمی خزانے کو عام کرنے میں آپ نے جو ذاتی دلچسپی لی تھی، بلاشبہ قابلِ تقلید اور قابل فخر ہے۔ اس بیش بہا دینی علمی خدمت کو آپ کا شاہ کار کہا جا سکتا ہے۔

حضرت سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ کی سر پرستی میں اردو کے موقر روزنامہ کے بی این ٹائمز گلبرگہ کا اجرا 12 نومبر 2007 (مطابق 30 شوال المکرّم 1428ھ) کو ہوا تھا۔ کے بی این ٹائمز کا اجرا اردو صحافت کے فروغ میں ایک احسن اقدام ہے۔ اس اخبار نے تعصب اور جانب داری کے راستے پر نہیں بلکہ حق گوئی، انصاف پسندی، سیکولرزم اور مشترکہ کلچر کے پرچم کو بلند کیا ہے۔

گلبرگہ سے متعلق متحرک اور فعال عوام دوست شخصیت، الحاج سجاد حسین مانیال کی تنظیم مولانا ابوالکلام آزاد میموریل فورم گلبرگہ کی جانب سے کتاب 'ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں مسلمانوں کا کردار' (مرتب: ڈاکٹر غضنفر اقبال) شائع کی گئی تھی۔ 24 نومبر 2019 کو مذکورہ کتاب کا اجرا ڈاکٹر سید شاہ خسرو حسینی علیہ الرحمہ کے دست بابرکات سے ہوا تھا۔

بہمنی ایجوکیشنل اینڈ کلچرل ایسوسی ایشن گلبرگہ کا سالانہ ترجمان گل و برگ (مدیر: ڈاکٹر غضنفر اقبال) کی خصوصی اشاعت گلبرگہ میں نعت نگاری کے زیر عنوان جنوری 2014 (مطابق ربیع الاول 1435ھ) کو منظر عام پر آئی تھی۔ اس کا انتساب ڈاکٹر سید خسرو حسینی علیہ الرحمہ کے نام معنون کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی۔ آپ اسلامی علوم وفنون کے ماہر عبقری انسان تھے۔ آپ عشق رسولؐ سے سرشار تھے۔ حیات کے آخری ایام میں صحت کی ناسازگی کے باوجود آپ نے اللہ تعالی کے آخری نبی اور رسولؐ کی ذاتِ گرامی قدر پر 'سراجاً منیراً' (2024) تصنیف فرمائی۔ سیرت و تاریخ کے مصادر پر آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ کی یہ تصنیفِ منیف، سیرت کی کتابوں میں منفرد کتاب شمار کی جاتی ہے۔ کتاب کے مطالعے سے حضورؐ کی محبت دل میں گھر کر جاتی ہے۔ آپ نے کتاب کو تین ابواب شریعت، طریقت اور حقیقت کے تناظر میں بہ طریق احسن تحریر فرمایا ہے۔ کتاب کے مطالعے سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ مصنفِ محترم کا علمی اور تحقیقی کردار بے مثال اور بے نظیر تھا۔ اسی لیے آپ نے اپنے اخلاص عمل، خلقِ حسن اور محققانہ بصیرت کو گراں مایہ بنایا ہے۔ کتاب سراجاً منیراً کا مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں جس سے حضرت خسرو حسینی علیہ الرحمہ کے زریں نگار قلم کی روانی، فکر کی بلندی اور تحقیق و تصنیف کے اونچے معیار کا اندازہ ہوتا ہے:

> ''محمدؐ جو انسانِ کامل کی حیثیت رکھتے ہیں اسمائے تقدس کی کل تجلی میں جیسا کہ ذات قدسی ساری کائنات کو دیکھتی ہے۔ انسان کامل اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واحد ذریعہ ہے جس سے وہ خود کے لیے ظاہر بھی ہوتا ہے اور جانا بھی جاتا ہے۔ انسانِ کامل وہ ازلی تخلیق ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سارے ایما وصفات کو ظاہر کیا جس کو فلسفی اصطلاح میں ''عالم صغیر'' کہتے ہیں۔''

(بہ حوالہ کتاب: سراجاً منیراً، حضرت سید شاہ خسرو حسینی، ص230)

حضرت سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ کے وصال باکمال کے بعد 14 دسمبر 2024 (11 جمادی الاخریٰ 1446ھ) کی شام، اس یادگار زمانہ علمی تصنیف کی رسم اجرا انجام پائی۔ صدر صوفیہ دیوڑھی گلبرگہ میں منعقدہ اس مبارک و مسعود اور یادگار تقریب میں ملک کے معروف ترین مشائخ عظام، علماء کرام، ماہرینِ علم تصوف، عمائدینِ ادب، مریدین وخلفا نے شرکت کی تھی۔

کتاب سراجاً منیراً پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے مبصرین اور مقررین نے کتاب کو روح پَرور قرار دیا تھا۔ یہ پُرنور پُر تقدس ماحول کی حامل وہ شام مدت مدید تک یاد رکھی جائے گی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پیر خم خانہ چشت، معرفت آگاہ، پیر طریقت حضرت ڈاکٹر سیف شاہ خسرو حسینی علیہ الرحمہ نے عالمِ جاودانی سے نظارہ کیا اور ارشاد فرمایا ہو:

میں روشن، سما روشن جمالِ مصطفیٰؐ سے ہے
مرے سرکارؐ کے صدقے نظارا ہو تو ایسا ہو

ڈاکٹر سیّد شاہ خسرو حسینی کی روحانی شخصیت کا ہر پہلو دامنِ دل کو کھینچتا ہے۔ آپ نے اپنے اسلافِ کرام کی تمام تر عظیم و مبارک روایات کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس کے فروغ میں بھی ہمہ تن مصروف رہے۔ اُمتِ مسلمہ کے لیے دین اور دنیا میں کامیابی اور فلاح آپ کی شب و روز کی فکر اور جدوجہد وعمل کا ضابطہ ہے۔ آپ نے نہ صرف دینی اخلاقی تعلیمات کو عام کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا بلکہ جدید زمانے کے تقاضوں کے مطابق امتِ مسلمہ کے ہونہاروں کو اعلا تعلیم سے فیضیاب ہونے کا ہر ممکن ذریعہ مہیا کرنے کی کامیاب کوشش کی تھی۔ تحتانوی سطح سے لے کر جامعہ کی سطح تک، اعلا تعلیم نیز تکنیکی تعلیم کے مواقع فراہم کیے تھے۔ بلاشبہ آج بھارت کے خانقاہی نظام سے کم ہی ایسی شخصیتیں ہوں گی جو اس باب میں ڈاکٹر خسرو حسینی علیہ الرحمہ کے مقابل پیش کی جا سکیں۔ آپ نہ صرف دینی، مذہبی، صوفیانہ، روحانی راہنما تھے بلکہ جدید زمانے کے تقاضوں کو سمجھنے والے ایک روشن خیال اور وسیع النظر ماہر تعلیم کے طور پر بھی ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ خواجہ ایجوکیشن سوسائٹی کے تحت متعدد تعلیمی اداروں کا تحفظ اور ان کا فروغ ڈاکٹر سیّد خسرو حسینی کی خصوصی دلچسپی اور محنت ومحبت کا ثبوت ہے۔ اس ضمن میں خواجہ بندہ نواز یونی ورسٹی کا قیام گلِ سرسبد کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ سب آپ کی خصوصی دلچسپی اور ذاتی نگرانی کا فیضان ہے۔ آپ نے ادارے کی عمارات کے معاملے میں بھی کسی قسم کا سمجھوتا نہیں کیا۔ ماہرینِ فنِ تعمیرات کی خدمات حاصل کیں۔ عمارات کی مضبوطی اور فنِ تعمیر کے حسن و جمال کا خاص خیال رکھا گیا۔ یونی ورسٹی کی عظیم الشان پرشکوہ عمارتیں ہند اسلامی فنِ تعمیر کا بہترین امتزاج ہیں۔ ان تعمیرات کو جدید ہند اسلامی فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ ان تعلیمی اداروں میں اساتذہ اور طلبہ کے لیے ہر ممکن سہولیات کی فراہمی اور درس و تدریس کا قابلِ رشک معیار اہلِ وطن کے لیے فخر کا باعث ہے۔ آپ کی اس روشن خیالی کا نتیجہ ہے کہ تعصب، الحاد اور دہریت کے اس دور میں گلبرگہ کا نام اور مقام یہاں کی انسان دوستی، یک جہتی اور بھائی چارے کی فضا سے ایک عالم کو منور کرتا ہے۔

حضرت ڈاکٹر سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ کے فرزندان گرامی قدر تقدیس مآب حافظ سیّد محمد علی الحسینی صاحب قبلہ، سجادہ نشین بارگاہ بندہ نوازؒ اور سیّد مصطفیٰ الحسینی صاحب قبلہ، بندہ نوازی سلسلے کی تعلیمات کے امین اور وارث ہیں۔

اہلِ گلبرگہ خوش نصیب ہیں کہ اُن کو حضرت سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ کا سایۂ عاطفت نصیب ہوا جو ایک زمانے کے بادشاہوں کے لیے بھی قابلِ رشک ہے۔ آپ کا وصال روحانی قیادت کا خاتمہ ہے۔ حضرت سید خسرو حسینی علیہ الرحمہ 6 نومبر 2024 (3 جمادی الاول 1446ھ) کو واصل بہ حق ہوئے۔ احاطہ بارگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز علیہ الرحمہ میں آپ کی ابدی قیام گاہ زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ بلا لحاظ مذہب وملت، رنگ ونسل، ہر ایک دردمند دل پر نقش ہے۔ بہ قول علامہ اقبال:

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت اُن کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت اُن کی

''Saiban'' Zubair Colony Hagarga Cross
Ring Road Gulbarga-585104(K.S)
Mob Phone: 9945015964
E-mail :ghazanfaronnet@gmail.com

اُردو زبان وادب کا پہلا محقق و مدرس
جان بارتھ وِک گل کرسٹ
تالیف وترجمہ
صدیق الرحمٰن قدوائی
قیمت: 250 روپے

اردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 300 روپے

اسٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری
مولوی عبدالحق
قیمت: 500 روپے

سیّد شاہ خسرو حسینی: شہبازِ دین ودانش

ڈاکٹر غضنفر اقبال

سیّد شاہ گیسودراز خسرو حسینی علیہ الرحمہ ایک جامع الکمالات شخصیت کا نام تھا۔ آپ کی شخصیت نہ جانے کتنے سپاس گزاروں کے لیے امیرِ کاروانِ سالکین، رہبرِ راہِ طریقت، مرشد کامل، منبع فیوض و برکات اور مینارۂ نور ہدایت تھی۔ اہلِ دل کی نظر میں آپ واجب الاحترام تھے۔ آپ کا ہر قدم اور ہر جنبش قلم دین ودانش، اصلاح وتصوف اور امت مسلمہ نیز عامۃ الناس کی خیر و بہود کے لیے وقف تھی۔ آپ کے ہر عمل سے آپ کے قابلِ تعظیم اسلاف کی بلند کرداری اور مثالی اخلاق کے نقش نمایاں رہے۔ رموزِ تصوف واحسان کی غواصی کے ساتھ ساتھ بے مثال روشن خیالی اور وسیع النظری کی صفات کے قران السعدین نے آپ کو یکتائے روزگار قابلِ احترام شخصیات کی صف میں ممتاز مقام کا حامل بنا دیا تھا۔

سیّد شاہ خسرو حسینی علیہ الرحمہ کی پیدائش روحانیت، نورانیت اور معرفت کے ماحول میں 10 ستمبر 1945 کو حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ والد گرامی قدر حضرت سید شاہ محمد محمد الحسینی علیہ الرحمہ اور والدہ ماجدہ محترمہ سیدہ معین جہاں کی دینی اور روحانی تعلیمات نے آپ کی اخلاقی اور روحانی تربیت کی بنیاد رکھی۔ دینی اور دنیوی علوم کی نعمت بے بہا سے سرفراز کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن سے ایم اے (عربی زبان وادبیات) میں شان دار کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد میک گل یونی ورسٹی، کینڈا سے ایم اے (اسلامک اسٹڈیز، صوفی ازم) میں امتیازی کامیابی حاصل کی۔ اسی یونی ورسٹی سے آپ نے علمِ تصوف کے زیرِ عنوان ڈاکٹریٹ کی تکمیل بھی کی۔ بیل فورڈ یونی ورسٹی، امریکہ سے ڈاکٹریٹ آف آرٹ کی اعلا سند حاصل کی۔ سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ کو گلبرگہ یونی ورسٹی گلبرگہ نے اعزازی ڈاکٹریٹ کی سند سے بھی سرفراز کیا تھا۔

آپ نے ایوننگ کالج جامعہ عثمانیہ حیدرآباد اور سٹی کالج حیدرآباد کے شعبۂ عربی میں مثالی تدریسی خدمات بہ حسن وخوبی انجام دیں۔ آپ نے تصوف اور روحانیت کی قابل قدر اقدار سے مغربی دنیا کو روشناس کیا۔ انڈو جرمن سوسائٹی کی دعوت پر مغربی جرمنی میں علمِ تصوف کے موضوع پر آپ نے گیارہ خطبات پیش کیے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر اہم ترین علمی وادبی اور تہذیبی اداروں سے آپ کی وابستگی رہی تھی۔ حضرت سید خسرو حسینی علیہ الرحمہ نے، بارگاہِ عالیہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کے 23 ویں سجادہ نشین کی حیثیت سے دنیائے معرفت میں قابلِ فخر کارنامے انجام دیے۔ خواجہ ایجوکیشن سوسائٹی گلبرگہ کے صدر نشین اور خواجہ بندہ نواز یونی ورسٹی گلبرگہ کے بانی چانسلر کے جلیل القدر عہدوں پر متمکن رہتے ہوئے آپ نے کئی کارہائے نمایاں انجام دیے۔

حضرت خسرو حسینی علیہ الرحمہ کی ادارت میں بارگاہِ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کے ترجمان شہباز کا اجرا عمل میں آیا۔ اپنی اولین اشاعت ماہ فروری 1960 (مطابق ماہ شعبان المعظم 1379) سے عہدِ موجود تک اس جریدے نے اپنی ایک تاریخ مرتب کی ہے۔ شہباز کی خصوصی اشاعتیں مثلاً بندہ نواز نمبر، غریب نواز نمبر، رحمۃ للعالمین نمبر، محبوب سبحانی نمبر، علم وادب کی تاریخ میں دستاویزی حیثیت کی حامل ہیں۔ شہباز کے بندہ نواز نمبر ماہ مئی 1960 (مطابق ذی قعدہ 1379ھ) میں حضرت خسرو حسینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> ''صالحین میں حضرت خواجہ دکن، سیدنا بندہ نوازؒ شہباز بلند پرواز کی ذات ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ سیدنا بندہ نواز دنیائے اسلام کے وہ بزرگ ترین فردفرید ہیں، امتِ محمدی کی وہ عظیم شخصیت اور شمع محمدی کے وہ پروانے ہیں جن کی ہستی پر نہ صرف شریعت حقہ کو ناز ہے، عالم روحانی اور رموز عرفانی کو افتخار ہے بلکہ طریقت حقیقت ومعرفت کے اسماء الاسرار کو آپ سے وقار ہے۔''

(بہ حوالہ: حرف اول، شہباز بندہ نواز نمبر، ص2)

ڈاکٹر سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ نے تقدیسی ادب کو اپنے سخن کا موضوع بنایا تھا۔ بچپن میں ہی صنفِ شعر وسخن کی جانب مائل ہوگئے تھے۔ آپ کے دادا محترم پیرِ طریقت، معرفت آگاہ وپرگو سخن ور، حضرت سیّد شاہ حسین خیر بندہ نوازی علیہ الرحمہ کو بھی شعر وسخن خصوصاً تقدیسی شاعری سے والہانہ لگاؤ تھا۔ وہ ہمیشہ سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ کو اپنے قریب بٹھا لیتے اور فرماتے تھے 'خسرو! شعر سناؤ' حضرت خسرو حسینی علیہ الرحمہ اپنے دادا محترم کو ہمیشہ اساتذۂ عظام کے اشعار سناتے اور ان کے دادا محترم بہت محظوظ ہوتے تھے۔

حضرت سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ کو کئی مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے 1969 میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت نبوی سے مشرف ہونے کے بعد تمہارا روضہ کے عنوان سے ایک نعت شریف کہی تھی جس کا ایک شعر بہت مقبول ہوا تھا:

سبز گنبد کا ہے منظر جو رسول عربی
یاد آتا ہے ہر بار تمھارا روضہ

ڈاکٹر سیّد خسرو حسینی علیہ الرحمہ کے نعتیہ کلام کی انتھالوجی ورفعنا لک ذکرک (2002) میں حمد ونعت کے علاوہ فن نعت اور نعت گوئی کے عنوان سے ایک مربوط دستاویزی مقالہ دو ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔ آرٹ اس مقالے کا بابِ اول ہے۔ اس میں آرٹ کی تعریف معنی ومفہوم، اقسام، فن ادب وغیرہ سے بحث اور مکالمے پیش کیے گئے ہیں۔ بابِ دوم فن نعت اور نعت گوئی پر مبنی ہے، جس میں عہدِ جاہلیہ اور شعر، اسلام اور شعر اور فن نعت کے علاوہ زبان فارسی اور اردو نعت کی تعمیر وتشکیل، سمت ورفتار اور سروکار سے روشن تر ہے۔ اس مقالے میں ڈاکٹر سیّد خسرو حسینی نے بڑی اہم اور فکر انگیز بات کہی تھی:

> ''فنِ نعت میں کامیابی حاصل کرنا ہو تو شاعر کو چاہیے کہ خود کو عشقِ نبیؐ کی کسوٹی پر پرکھ لے۔''

(بہ حوالہ: کتاب ورفعنا لک ذکرک، ڈاکٹر سید شاہ خسرو حسینی، ص61)

نعت شریف، پاکیزہ جذبہ، اور فکر واحساس کی تابنا کی کا فن ہے۔ اس میں شاعر، عشق حضرت محمدؐ میں ڈوب جاتا ہے۔ ڈاکٹر خسرو حسینی کا مقالہ فن نعت کے کئی دریچے وا کرتا ہے۔ بہترین اور مدلل علمی انداز میں تحریر کردہ یہ مقالہ افکار کو انگیز کرتا ہے۔ یہی اس مقالے کی انفرادیت بھی ہے۔ کتاب کا دوسرا حصہ ڈاکٹر خسرو حسینی کی نعتیہ شاعری اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ آپ نے اردو، فارسی اور ہندی میں نعتیں کہی ہیں۔ ان کی یہ نعتیں نبی آخر الزماں، سرورِ کائنات محسنِ انسانیت حضرت محمدؐ سے عشق ومحبت کی سرشاری عطا کرتی ہیں۔ آپ نے مختلف انداز سے سیرتِ طیبہ کو سخنوری کی زبان میں پیش کیا ہے۔ آپ کے نعتیہ اشعار آب دار وتاب دار ہیں جو قلوب کو تجلی بخشتے ہیں:

آپؐ سلطاں مرے میں گدا آپؐ کا
کچھ عطا ہو اتارا! سلامٌ علیک
جو عشق محمدؐ میں فانی دنیا کی نہ پرواہ کرتے ہیں
وہ اپنا نشیمن خلدِ بریں میں خوب بنایا کرتے ہیں
معجزہ قرآن کا اُمّی لقبیؐ آپ کا
آپؐ کے آگے سبھی کو بے زباں پاتا ہوں میں
میرے منظوم تخیل پہ نکھار آپؐ سے ہے
میرے گیتوں کے ترنم میں سمانے والےؐ
و ہی طٰہٰ وہی یٰسیں قرآں کامل محمدؐ ہے
ذرا ناداں سمجھ لوحِ قلم تو اک بہانہ ہے

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

مدیر : اطہر فاروقی
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر: محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
معاون مدیران: منور حسن کمال، سالم فاروق ندوی
Assisistant Editors :
Munawwar Hasan Kamal, Salim Farooq Nadwi
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی-٦
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی-110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722